قرآن حکیم کے لفظی و معنوی حقوق

تلاوت، فہم، عمل

(جناب خواجہ سید محمد علی شاہ صاحب اسحاقی رحمانی سہارنپوری)

حقیقی ترقی کا معیار قرآن کریم انسان کے اندر جو عقل و دانائی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کی قلبی ظلمت اور روحی کثافت کو دور کر کے جو روحانی سکون اور قلبی انبساط بخشنا چاہتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کتاب و حکمت سے تمام عالم انسانی کو فلاح و ترقی کے جس مقام بلند کی دعوت دی ہے، حق یہ ہے کہ اب تک نسل انسانی کے تمام افراد و اقوام نے اس کے پایان کار کو نہیں پایا۔ اور بالخصوص ہم مسلمان اس کے اولین زینہ کو بھی طے نہیں کر پاتے اور ابتدائی سیڑھیوں سے بھی آگے نہیں بڑھے۔

دنیا بہت آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی دعویدار ہے اور اس کا رُخ ترقی کی طرف مائل ہے حالانکہ ہر قسم کا فوز و فلاح، ہر نوع کی کامیابی، اور تمام ترقییں قرآن و رسول والوں کے دم قدم سے وابستہ، اور کتاب و سنت کے سمجھنے والوں اور عمل کرنے والوں کو ڈھونڈھ رہی ہیں۔ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ۔ یعنی حق تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) پر ایمان لانے، اس پر عمل کرنے، اس کی تلاوت کرنے اور اس کو اخلاص کے ساتھ قبول کرنے کی وجہ سے دنیا کی قوموں کو بلند مرتبہ بناتا اور اس کے خلاف کرنے والوں کو پست کر دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے پیغمبر ہادیِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سے اس روشن حقیقت کو سن کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور دنیا نے ایک عرصہ دراز تک اس واقعی حقیقت کی جیتی شہادت دی اور آج تک تاریخ کے صفحات اور سیر و سوانح کے اوراق اس کے شاہد صدق موجود ہیں

اور اب بھی مادی و روحانی، دینی و دنیاوی، تمدنی و تعبدی، شخصی و انفرادی، قومی و اجتماعی ہر قسم کی ترقی و تنزل اور اقبال و ادبار کا یہی ایک معیار و اصول ہے اور آخر دنیا تک ہمیشہ اسی طرح رہیگا۔ اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ۔

مسلمانوں کا قرآن پاک سے تعلق | یہ صحیح ہے کہ عام و خاص مسلمانوں کی ایک غیر کافی تعداد کو اتنی بات ضرور حاصل ہے کہ قرآن شریف کی مختلف سورتیں اور متعدد آیتیں، اس کی اکثر دعائیں اور بہت سے کلمات و الفاظ ہمارے مردوں، عورتوں، بچوں اور بڑوں کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں اور عام طور پر ہر وقت یا حسب موقع بولنے اور لکھنے پڑھنے میں بھی آتے ہیں اور اُن کے معانی و مطالب سے بھی کسی نہ کسی درجہ میں واقفیت ضرور رکھتے ہیں۔ نیز قرآن مجید کی تفسیریں اور ترجمے بھی پڑھنے، سننے، دیکھنے میں آتے اور مطالعہ میں رہتے ہیں اور درس و مواعظِ قرآنی میں بھی شریک ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس فطری مناسبت، روحانی ذوق اور ایمانی تعلق کی بنا پر جو اسلام کی وجہ سے مسلمانوں کو حاصل ہے ہر مسلمان، مرد، عورت، بچہ، بوڑھا قرآن پاک سے بہت قریب ہے

عمل کے لئے قرآن فہمی کی ضرورت | لیکن جہاں تک قرآنِ عزیز کی تعلیمات اور اس کے احکام و ہدایات پر عمل کرنے کا تعلق اور معاملہ ہے ہر ایک انسان خصوصاً ہر مسلمان اس امر کا مکلف اور ذمہ دار ہے کہ وہ قرآنِ حکیم کی زبان میں اس کے ترجمہ و معانی اور مضامین و مطالب سے وابستگی پیدا کرے اور قرآن مکرم کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے عربی زبان کی اتنی واقفیت اور لیاقت پیدا کرے جس سے سطحی اور معمولی طور پر اس کے ترجمہ و معانی سے اس کے احکام و تعلیمات کو جان سکے اور اس مفہوم و مراد پر اجمالی طور سے آگاہ ہو سکے جو اس کے متکلم کا مقصود و منشاء ہے۔ تاکہ عمل کرنے میں سہولت اور آسانی ہو۔ تلاوت کرنے میں زیادہ جی لگے اور دھیان جمے

معاملات عبادات کا بھی پورا حق ادا ہو سکے اور اپنی زندگی کے ہر امر کو قرآن مقدس کی کسوٹی پر پرکھ کر اور قرآنی معیار پر جانچ کر نجاتِ ابدی کا مستحق بنے اور فلاح دارین سے بہرہ مند ہو۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا

قرآن پاک کی دعوت عمل | چونکہ علم کے ساتھ عمل (یعنی برائیوں سے بچنا، اور بھلائیوں کا کرنا) قرآن عظیم کے نزول کا اولین مقصد اور اہم مقصود ہے۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۃ التوبہ)

اس آیت کا سیاق و سباق، شانِ نزول اور مورد اگرچہ خاص ہے لیکن حکم ایسا عام ہے جو بواسطہ نبی و اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے ہر فرد کو شامل ہے۔ آیت پاک کا مفہوم یہ ہے کہ:-

اے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تم برابر عمل کئے جاؤ اور ہمیشہ عمل کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور مسلمان تمہارے کام اور عمل و کردار کو دیکھ لیں گے اور تم یقیناً جلد ہی اس ذات پاک کے حضور میں جو تمہارے باطنی حالات اور دل کی نیتوں پر اور ظاہری اعمال اور ہر قول و فعل اور کھلی چھپی چیزوں سے واقف ہے پیش کئے اور لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تم کو تمہارے ہر ایک عمل اور ہر ایک بات کو جتا دیگا اور جو کچھ تم نے کیا اور کرتے تھے وہ سب تم کو بتا دیگا اور ہر ایک کے ساتھ اس کی واقعی حالت اور اصلی کیفیت کے موافق جزا و سزا کا معاملہ کرے گا۔

دین یُسر | قرآن مبین سے علم و عمل دونوں چیزیں مقصود ہیں۔ عمل بغیر علم کے ناممکن ہے اور عمل میں آسانی اور سہولت اس ملت ابراہیمی اور دین محمدی کا مایۂ ناز فخر و شرف اور امم سابقہ کے مقابلہ میں اس امت وسط کے لئے مخصوص امتیازی نشان۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (سورۃ البقرہ)

یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ (سورۃ النساء ۴)

مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَہِّرَکُمْ

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (سورہ البقرہ ۳)

وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ

آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو تمہارے واسطے آسانی منظور ہے۔ وہ دشواری اور سختی کرنا نہیں چاہتا۔ تمہارے لئے دین میں کوئی جبر و اکراہ اور زبردستی نہیں اور دین میں کوئی اذیت کی بات اور کوئی موجب ثقل و ضیق اور عسر و حرج امر نہیں۔

قرآن پاک کا مقصد | قرآن پاک سے علم و عمل دونوں چیزیں اولیں و بالذات مقصود ہیں۔ انسانی تخلیق اور اس کی پیدائش کا مقصد اور ماحصل حیات آفرینندۂ عالم نے اپنے اس نورانی و سرمدی کلام میں کھول کھول کر بغیر کسی گنجلک کے صاف صاف بیان فرما دیا ہے اور اپنے اس مقدس کلام اور اس کی روشن اور پاک آیتوں کو دینی و دنیاوی بہبود اور جسمانی و روحانی ہدایت کا سرچشمہ بنا کر انسان کو دے دیا ہے۔

اس حیات آفریں اور روح پرور لاہوتی نظم و کلام کے

(۱) الفاظ و عبارت اور آیات کی تلاوت و قراءت

(۲) اور اس کے معانی و مطالب کے فہم و تدبر

(۳) اور اس کی تعلیمات و احکام پر عمل پیرا ہونے کو

ان تین چیزوں کو:-

(۱) خالق و مخلوق کے درمیان تعلق و رابطہ پیدا کر کے اس کو قائم و استوار رکھنے اور

(۲) خالق و مخلوق کے حقوق پہچان کر ان کو صحیح طور پر ادا کر کے نجاتِ ابدی حاصل کرنے

(۳) اور اپنی عبادت اور اپنی رضا و توجہ اور قرب و مشاہدہ کا اعلیٰ ذریعہ اور

(۴) جسمانی و روحانی ہر نوع کی ترقی و فلاح کا قوی سبب ٹھہرایا ہے۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۔ (سورۃ العنکبوت ۵)

قرآن پاک کی جامعیت و مرکزیت | قرآن صرف لفظوں کا یا صرف معانی کا نام نہیں ۔ بلکہ کلام الٰہی کے لفظ و معنے دونوں کا نام قرآن ہے ۔ اور قرآن کے لفظ و معنی دونوں منجانب اللہ ہیں ۔ الفاظ میں معانی پوشیدہ ہوتے ہیں اور معانی و مطالب کا فہم پر عمل موقوف ہوتا ہے اس لئے بہر صورت قرآن حکیم ہی انسان اور اس کی زندگی اور اس کی ہر حرکت و سکون اور فکر و عمل کا مرکز و محور قرار پایا ۔

قرآن مبارک کا دائرہ علم و عمل انسان کی زندگی اور اس کے ہر ہر شعبہ پر حاوی اور جملہ اصولِ تمدنی و تعبدی ، تہذیب الاخلاق ، تدبیرِ منزل ، سیاستِ مدن پر جامع و مشتمل ہے ۔ حیات و موت اور اُن کے مابین اور ماقبل حیات و مابعد ممات کا کلی بیان اس میں مفصل موجود ہے ۔ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (سورہ انعام ۵) اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (سورہ انعام)

یہی وجہ ہے کہ

قرآن مجید کا حاصل کرنا ، سیکھنا ۔ سکھلانا اور پڑھنا ۔ پڑھانا ہر مسلمان پر فرض ہے[۱] اور اس کی ایک سورت (سورۃ فاتحہ ۔ الحمد شریف) کا حفظ اور بر زبان یاد کرنا ہر مسلمان کے ذمہ واجب ہے[۲] الحمد شریف روایت حدیث کے مطابق ۔ ام القرآن ۔ فاتحۃ الکتاب اور اساس القرآن ہے ۔ گویا قرآن مجید کی تمام تفصیلات کے لئے بمنزلہ وصف عنوانی یا عنوان اجمالی اور موضوع و دیباچہ کے ہے[۳] ۔ اور اس کی ایک بہت بڑی خصوصیت جو قرآن پاک کی اور کسی سورت یا آیت کی نہیں ہے ۔ یہ ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھا جانا ضروری ہے[۴]

اور الحمد شریف کے ساتھ قرآن پاک کی کسی دوسری ایک سورۃ کا حفظ اور بر زبان یاد کرنا ہر مسلمان کے ذمہ واجب ہے[۵] گویا بالفاظ دیگر قرآن شریف کا اتنا حصہ بر زبان اور حفظ یاد رکھنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر فرد مسلم و مسلمہ کے ذمہ فرض عین ہے ۔ اور جتنی مقدار سے

---

۱ صحاح ستہ ۔ ۲ مظاہر حق ج ۲ ص ۱۹۵ ۳ درمنثور ج ۱ ص ۳ ۴ احکام القرآن جصاص حنفی ج ۱ ص ۲۵

۵ مظاہر حق ج ۲ ص ۱۹۵

پڑھنے سے قرآن شریف کی قرأت کا واجب درجہ ادا ہوجائے ہر مسلمان کے ذمہ واجب علی العین ہے۔ اور مجموعی امت پر حفاظت وصیانت کی غرض سے تمام وکمال قرآن شریف حفظ یاد کرنا اور زبانی یاد رکھنا فرض علی الکفایہ ہے۔

تمام دنیا میں ہر مقام پر ہر دور اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے کہ اتنی کثیر تعداد قرآن مجید کے حافظوں اور اپنے دل ودماغ میں اس پاک کلام کو محفوظ رکھنے والوں کی اپنے اندر موجود رکھیں جس سے دنیا کے سامنے قرآن پاک کے متواتر منقول ہونے کا ثبوت بہم پہنچے۔

غرضکہ قرآن عزیز کو اپنے دل ودماغ میں جگہ دینے اور اس کے حفظ یاد کرنے اور اس کی قرأت کے تین درجے ہیں ایک فرض عینی دوسرے واجب عینی تیسرے فرض کفائی۔ فرض عینی وواجب عینی ہر مسلمان مرد عورت اور ہر متبع اسلام پر اور فرض کفائی مجموع امت کے ذمہ لازم متحتم ہے اور یہ تینوں درجے صرف الفاظِ قرآنی اور نظم وعبارت کلام اللہ کے ہیں یعنی جہاں تک قرآن پاک کے الفاظ اور نظم ومتن کا تعلق ہے۔ پیروانِ اسلام کے ذمہ ان تینوں درجوں کا حصول وتحفظ حاملین قرآن ہونے کی حیثیت سے ضروری اور لازم ہے چاہے ان کے معانی ومطالب سمجھیں یا نہ سمجھیں اور خواہ ان کے مفہوم ومراد کو سیکھیں یا نہ سیکھیں۔ بعد سورۂ فاتحہ سے زیادہ قرآن مجید کا یاد کرنا بوجہ فرض کفایہ ہونے کے نماز نفل جیسی عبادت سے افضل ہے[1]۔

اور اس کلامِ الٰہی کی قراءت اور اس کی پاک سورتوں اور آیتوں کی تلاوت، تسبیح وتحمید تکبیر وتہلیل اور تمام اوراد ووظائف اور تمام ریاضتوں اور چلوں اور سب دعاؤں سے افضل ہے[2]۔ اور نماز فرض جیسی افضل العبادات اور اکمل الطاعات شے کے بعد حق تعالیٰ کی نزدیکی وخوشنودی کا سب سے بہترین ذریعہ ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے فرمایا۔ اور شاہ صاحبؒ کا یہ قول مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر اور احادیث نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے مقتبس ومستنبط ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کے تین درجے ہیں۔ کمتر درجہ یہ ہے کہ دس آیتیں تلاوت کریں

---

[1] مظاہر حق ج ۲ ص ۱۹۵ [2] مظاہر حق ج ۲ ص ۲۰۹

متوسط درجہ میں سو آیتیں اور سو آیات سے زیادہ تلاوت کرنا اعلیٰ درجہ میں داخل ہے[1]۔ اور تلاوت کا طریقہ جو سید الاولیاء حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عالمِ رؤیا میں حضرت شاہ صاحبؒ کو تعلیم فرمایا ہے یہ ہے کہ مبتدی قرآن شریف کی اس طرح تلاوت کرے کہ اپنے آپ کو پڑھنے والا اور اللہ پاک کو سننے والا تصور کرے گویا پڑھنے والا اللہ پاک کے سامنے حاضر ہے۔ جیسے شاگرد استاد کے سامنے پڑھا کرتا ہے۔

اور منتہی یہ خیال رکھے کہ اگرچہ وہ خود پڑھ رہا ہے مگر اللہ پاک کو متکلم اور پڑھنے والا سمجھے اس طرح کہ حق تعالےٰ اپنا کلام مری زبان سے جاری فرما رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو سننے والا قرار دے یعنی حق تعالےٰ مری زبان سے کلام فرما رہا ہے اور میں سُن رہا ہوں۔

عوارف میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ میں قرآن پاک کی آیات اس طرح تلاوت کرتا ہوں گویا اس کے متکلم وقائل سے سُن رہا ہوں

نماز سے باہر اور نماز کے علاوہ قرآن شریف پڑھنے پر ایک حرف کے بدلہ میں دس۔ اور نماز کے اندر تلاوت میں ہر حرف کے صلہ میں پچیس نیکیوں کا اجر وثواب ہے اور حسن نیت وخلوص کے مراتب کے لحاظ سے یہ اجر وثواب اس حد تک متضاعف ہوتا ہے جس کی کوئی انتہا مقرر نہیں[2]

قرآن مجید حفظا اور بہ زبان پڑھنے کا اجر وثواب ایک ہزار درجہ تک اور دیکھ کر پڑھنے کا دو ہزار درجہ تک زیادہ کیا جاتا ہے[3]

قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت حفظ پڑھنے پر ایسی ہے جیسی فرض کی نفل پر۔[4] دیکھ کر پڑھنے میں حضور قلب اور جمعیت خاطر زیادہ ہوتی ہے۔ تدبر وتفکر خوب ہوتا ہے آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے۔ ہاتھوں میں لیا جاتا اور اٹھایا جاتا ہے۔ سر اور پیشانی سے لگایا جاتا ہے چہرہ ولب اور سینہ وبدن سے مس کیا جاتا اور چھوا جاتا ہے۔ غرضکہ دیکھ کر پڑھنے میں کئی عبادتیں جمع ہوجاتی ہیں۔

---

[1] شفاء العلیل ص۱۳ ۔ [2] مشکوٰۃ ص۱۸۸ ۔ [3] صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص۱۸ [4] اشعۃ اللمعات ص۱۲ ج ۲

بہت سے صحابہ اور تابعین اور صلحائے اُمت قرآن شریف دیکھ کر پڑھتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کثرتِ تلاوت کی وجہ سے دو قرآن شریف پھٹے تھے۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؓ روزانہ ربع قرآن شریف دیکھ کر پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عکرمہؓ قرآن شریف کو اپنے چہرہ سے لگایا کرتے اور کہا کرتے کتاب ربی، کتاب ربی،

علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ اگر حفظ پڑھنے میں حضورِ قلب، جمعیت خاطر اور تدبر و تفکر زیادہ ہو تو حفظ پڑھنا اور اگر دیکھ کر پڑھنے میں ہو تو دیکھ کر پڑھنا اور اگر دونوں میں زیادہ ہو تو دیکھکر پڑھنا افضل ہے۔ ؎

بہرحال قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنے سے لسانی عبادت کے ساتھ قلب و جوارح کی عبادتیں جمع ہوجاتی ہیں اور قلب و لسان و جوارح کی عبادات کامل طور پر ادا ہوتی ہیں ـــ اور خلوص و حضور، خشوع و خضوع، تذلل و رقت قلب کے جملہ اسباب یکجا بہم ہوجاتے ہیں۔

لحن عرب اور صوت عربی اور قرآن پاک کی صحیح کیفیت ادا | قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور عربیت اپنی خصائص لسانی کے ساتھ قرآن پاک کے لوازم میں سے ہے۔

بلسان عربی مبین (سورہ شعراء ۱۹)   وھذا کتاب مصدق لسانا عربیا

اِنَّا اَنزَلنَاہُ قرانا عربیا (سورہ یوسف ۱۲)

انا جعلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون (سورۃ الزخرف ۲۵)

اور ظاہر ہے کہ ہر زبان کی صحت اس کے حروف و مفردات اور کلمات و الفاظ کی صحت کے ساتھ ادائیگی۔ اس زبان کے خاص لہجہ و آواز ـ اور اس کے مخصوص طرز ادا اور طریق تکلم پر موقوف ہوتی ہے۔

اس لئے قرآن پاک کا صحیح تلفظ، اور صحیح کیفیتِ ادا کے ساتھ پڑھنا اور تلاوت و قراءت میں صحت و نطق کا اہتمام ہر مسلمان کے ذمہ بلکہ عرب جو اہل لسان ہیں ان سے زیادہ ہم اہل عجم

؎ اشعۃ اللمعات ج ۲ ص۱۹۱

(غیر اہل لسان) کے ذمہ لازم اور ضروری ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک الفاظ صحیح نہ پڑھے جائیں جس سے کلام غیر عربی سے نکل کر عربی نہ سمجھا جائے اس وقت تک قراءت کا فرض درجہ ادا نہیں ہو سکتا

حدیث قولی میں اسی لحنِ عرب اور صوتِ عربی کے ساتھ جس سے بلا تکلف عرب کی زبان، عرب کا لہجہ اور آواز اور عرب کا طرزِ ادا معلوم ہو پڑھنے کا حکم ہے ۔ اقرءوا القرآن بلحون العرب واصواتھا لہ

عرب کی صوتِ طبعی کی مشق و تمرین اور اپنی طبع کی اعانت سے اس کی تزیین و تحسین میں کوشاں رہنا ضروری ہے پھر اس صحیح طرز و کیفیتِ ادا کے ساتھ تغنی و ترنم یعنی تحسین صوت اور خوش گلوئی و خوش آوازی بھی شریعت کا مامور بہ اور عین مطلوب ہے اگرچہ قرآن پاک کی تلاوت و قراءت پر بغیر تحسین صوت اور تغنی و ترنم کے بھی ثواب ملتا ہے ۔ بلکہ جس پڑھنے والے کو زبان کی دشواری کی وجہ سے گرانی ہو لیکن وہ اس کی صحت کے حصول میں کوشاں رہے اس کے لئے دوا جرا ور دوہرا ثواب ہے اور چونکہ تلاوت قرآن شریف سے مقصود حضور و خشوع، رقتِ قلب اور خشیتِ الٰہی کا پیدا کرنا ہے اور حسن صوت اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا اس مقصود کے حصول کے لئے زیادہ ممد و معاون ہے اس لئے اگر آواز اچھی نہ ہو تو اپنی حسب مقدرت آواز کو اچھا بنانے کی کوشش کرنی چاہئے ۔ اور آواز کو خوب بنا سنوار کر پڑھنا چاہئے ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے ۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ خود صاحب قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) مری قراءت سن رہے تھے تو آپ سے عرض کیا کہ اگر مجھے یہ خبر ہوتی کہ آپ میرا پڑھنا سن رہے ہیں تو میں اپنی آواز کو خوب اچھی طرح بنا کر پڑھتا ۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا یہ تقریری حدیث کہلاتی ہے ۔ اور اس سے بھی آواز کو اچھی طرح بنا کر پڑھنے کا ثبوت حاصل ہوا اور حدیث قولی میں تو صاف ارشاد ہے کہ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ

لہ زینوا القرآن باصواتکم یا زینوا اصواتکم بالقرآن ۔ آواز کا حسن قرآن کی زینت اور قرآن کی زینت آواز کا حسن مآل دونوں حدیثوں کا ایک ہی ہے ۔

یعنی وہ ہمارے طریق پر نہیں ہے جو قرآن کو خوب اچھی آواز سے نہ پڑھے اور آواز کو نہ بنائے اور سنوارے
قرآن پاک کی تلاوت و قراءت جیساکہ علامہ ابن الصلاحؒ نے لکھا ہے ایک ایسا خصیصہ
ہے جو صرف نوع انسانی کو موہبت ہوا ہے۔ ملائکہ کو یہ کرامت نہیں بخشی گئی۔ فرشتے انسانوں
سے قرآن پاک سننے کے شائق و منتظر رہتے ہیں۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا۔ نماز فجر میں ملائکہ
کا شہود و حضور اہل ایمان سے قرآن پاک سننے کے شوق میں ہوتا ہے علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ تمام
قرآن پاک میں سورۂ فاتحہ ایک ایسی سورت ہے جس کے پڑھنے کی ملائکہ کو اجازت ہے تاہم تمام
قرآن پاک کی تلاوت و قرارت کی خصوصیت انسانوں ہی کے ساتھ ہے اور یہ نعمت اہل ایمان ہی
کے ساتھ مختص ہے۔

علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے لکھا ہے کہ قرآن شریف پڑھنے میں آواز کو تغنی و ترنم اور سرود
کے ساتھ خوبصورت بنانا اور نغمہ والحان کے ساتھ زینت دیکر پڑھنا جس صورت سے بھی ہو بہر
طریق جائز و درست ہے تاوقتیکہ قرآن شریف عربیت کی حدود سے باہر نہ نکلے۔ اور عربی قراءت
کی حد سے متجاوز نہ ہو۔ اور موضوع کلام متغیر نہ ہو۔

قرآن عظیم کے معانی سے وابستگی کی اہمیت و ضرورت | قرآن شریف عربی میں ہے۔ اور اس کے معانی
و مطالب کا جاننا عربی جاننے پر اور عربی زبان کا جاننا اس کی لغت اور قواعد زبان کے علم پر موقوف
ہے۔ اس لئے کلام الٰہی نیز احادیث نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے جاننے کے لئے عربی
زبان اور لغت و قواعد کا جاننا ضروری اور اہم واجبات سے ہے۔

اور ظاہر ہے کہ کسی زبان کے جاننے، سیکھنے اور حاصل کرنے میں عقل و قیاس اور رائے
کو کچھ دخل نہیں ہو سکتا کیونکہ زبان جو الفاظ و کلمات اور کلام و محاورات وغیرہ کا مجموعہ ہوتی ہے
وہ اہل لسان کے مصطلحہ و موضوعہ ہوتے ہیں ان میں کسی کو اپنی رائے کے کچھ دخل دینے کی گنجائش
نہیں ہوتی۔ اہل زبان سے جس طرح نقل و سماع ثابت ہو وہی طریق مستند و مقبول ہوتا ہے اور
وہی معنے و مطلب اور مفہوم و مراد اس کلام کی متعین ہوتی ہے جو اہل لسان کے نزدیک معتبر

اوران کے عرف میں متبادر الی الفہم ہو۔

اس بناء پر قرآن کریم نیز روایات و حدیث کے وہی معنی جو اپنی عربیت اور زبان عربی کے لحاظ سے متبادر الی الفہم اور اہل زبان کے نزدیک معروف و مسلم ہیں اور نزولِ قرآن کے وقت عہد نبوت میں سمجھے جاتے تھے یا شارع علیہ السلام نے جس طرح بیان کیے ہیں مراد لئے جائینگے

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (سورہ ابراہیم ۱۳)

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (سورۃ النحل ۱۴)

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمْ (ایضاً)

قرآن پاک کے الفاظ و معانی کا تواتر و توارث | قرآن پاک کے الفاظ و معانی ہمارے اس زمانہ میں اس کے قبل کے لوگوں سے اور ان کو ان کے پہلے زمانہ کے لوگوں سے علی ہذا سلسلہ بہ سلسلہ و واسطہ بواسطہ تبع تابعین اور ان کو تابعین اور ان کو صحابہ اور صحابہ کو حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بواسطۂ جبریل امین حضرت حق جل مجدہ سے جو اس کلام کے متکلم ازلی و قدیم ہیں پہنچے ہیں ۔ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ۔ (سورۃ النمل ۱۹)

قرآن پاک کی تفسیر کے بارے میں جمع الفوائد میں مسند ابو یعلی موصلی اور مسند ابو بکر بزار سے حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث تخریج کی گئی ہے ۔ اور دیر جل لم یسم) سے اس حدیث کے مبہم ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔ اِن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یفسر شیئا من القرآن برأیہ الا آیا بعد علمهن ایاہ جبریل :۔

جلال الدین سیوطیؒ نے اتقان میں مسند بزار سے حضرت عائشہ کی اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے ۔ عن عائشۃؓ قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفسر شیئا من القرآن الا آیا بعد علمہ ایاھن جبریل :۔

سیوطیؒ نے یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور ابن جریر وغیرہ علماء نے اس کو ماؤل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے ان مشکل آیات کی طرف

اشارہ ہے جن کا مطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح نہیں ہو سکا اور آپ نے اللہ پاک سے ان کے علم و وضاحت کے بارے میں سوال کیا اور حق تعالے نے بواسطہ جبریلؑ آپ کو ان کے معانی کی خبر دی اور آپ کا اشکال وابہام دور فرما دیا تاہم حدیث مذکور کے مبہم یا منکر ہونے کی صورت میں ۔ثم ان علینا بیانہ ۔ اور لتبین للناس ما نزل الیھم اور ان مفاہیم کی دوسری آیات اس امر کی مصدق و موئد ہیں۔ اور اصول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قرآنی نظم و کلام کے لئے بیان و تفسیر رسول ضرور ہونا چاہیے ۔ خواہ فعلاً اور قولاً ہو یا حالاً اور تقریراً و سکوتاً۔

لیکن حدیث مذکور کے ماول ہونے کی صورت میں معاملہ بالکل بے غبار اور واضح ہے اور قرآن آیات کی تصدیق و تائید حدیث کی صحت و تاویل و قوت استدلال کے لئے مرجح

اسی کی مزید تائید و توثیق سیوطیؒ کے اس کلام سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے اتقان میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے تخریج کی ہے ؛

عن عمرؓ انہ قال من اخر ما نزل آیۃ الربا وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض قبل ان یفسرھا ۔ یعنی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ معاملات کے بارے میں سب سے آخر آیت ربوا نازل ہوئی ۔ ربوا کی توضیح و تفسیر کیا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں معلوم نہ ہو سکی کیونکہ اس آیت کے نزول کے بعد اس کی تفسیر اور ربا کے متعلق کافی شافی بیان سے قبل ہی آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر آیت و سورت جو آپ پر نازل ہوتی تھی اس کی تفسیر صحابہ کو بتلاتے اور سمجھا دیتے تھے ایک صرف یہ آیت ربا باقی رہ گئی جس کے نازل ہونے کے بعد جلد انتقال ہونے کی وجہ سے آپ بیان فرما سکے

اگر حضرت عمرؓ کی اس روایت کے یہ معنی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی ہر آیت کی تفسیر بیان فرما دیتے تھے مراد نہ لئے جائیں جو کہ فحوائے کلام سے سمجھے جاتے اور بالکل صحیح ہیں اور ہمارے مدعا کی تصدیق کے لئے شاہد ہیں تو محض اس آیت ربا کی تخصیص (کہ اس کی تفسیر بیان کرنے سے قبل وفات پا گئے) کوئی معنے نہیں رکھتی ۔ لامحالہ کوئی نہ کوئی وجہ اس کی مخصص

ہوگی اور وہ وہی ہے جو ہم نے ماقبل میں ذکر کی۔

سیوطیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابن تیمیہ اور دوسرے علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قرآن شریف یا اس کے اکثر اور غالب حصہ کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔

علم و عمل کا حصول اور قرآن پاک کا ترجمہ، تفسیر، مطلب اور مفہوم | قرآن پاک کی سورتوں اور آیتوں کے
سیکھنے اور یاد کرنے کے بعد ان کے معنی مطلب اور مفہوم و مقصد کا جاننا اور سمجھنا از حد ضروری ہے
اگرچہ بتصریح حدیث قولی قرآن مجید کے پڑھنے میں صرف الفاظ پر بھی خواہ ان کے معانی سمجھے یا نہ
سمجھے مسلمانوں کو رب معبود کی طرف سے ہر حرف کے بدلہ میں کم از کم دس گنا ثواب و اجر اور انعام
و صلہ عطا فرمایا جاتا ہے اور بیشتر کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ اور محض لفظوں کی تلاوت پر فلاح و خیر اور
برکت و رحمت و سکینت کا نزول ہوتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ خدا کی نازل کردہ رحمت و
برکت اور سکینت و طمانیت کو ہم محسوس نہیں کرتے اور ہم اس فلاح و خیر کی حلاوت نہیں پا
کیونکہ ہمیں اتنی حس اور اتنا احساس و شعور ہی باقی نہیں رہا کہ اس کی حلاوت پائیں اور لذت
محسوس کریں اور اس نورانی کلام کی نورانیت سے اپنے ظاہر و باطن کو جلا دیں اور روشن کر
تاہم قرآن پاک کی آیات سیکھنے کے بعد اس کے معانی کا سیکھنا۔ الحمد شریف اور اس کے
علاوہ کسی دوسری سورت کے حفظ یا یاد کرنے کے بعد ان کے مفہوم و معنی کا جاننا واجب ہے تاکہ کم از
کم نماز اور عبادت میں دل لگنے اور حضور قلب کی لذت حاصل ہونے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ
وسلم کی نمازوں کی پوری پیروی کر سکیں اور جملہ قرآنی احکام پر سمجھ بوجھ کر شوق و رغبت کے سا
بآسانی عمل کر سکیں۔ اور عقاید و اخلاق، عبادات و معاملات اور حیات و موت کا ہر امر قرآنی حکم
حکموں اور حکمتوں کے مطابق انجام دے سکیں۔

عمل کے لئے علم و فہم کی ضرورت | اس کتاب الٰہی پر عمل پیرا ہونے اور اس سے موعظت گیری اور نصیحت پذ
کے لئے عربی زبان کی معمولی قابلیت اور ایسی لیاقت پیدا کرنا ضروری ہے جو کہ سطحی طور پر فہم قرآن اور
قرآنی کے لئے ناگزیر ہے اور جس سے قرآن پاک کی اجمالی مراد سمجھی جا سکتی ہے۔

مفہوم قرآن کی کنہ رسی اور حقیقت شناسی | باقی رہا قرآن عظیم کی فصاحت و بلاغت، اس کی عربیت اور اس کے اعجاز و تاثیر کے سمجھنے، نیز اس کلام پاک سے احکام و مسائل اور حقائق و بصائر کے استنباط و استخراج کا معاملہ۔ اس میں ہائنڈ ڈالنا سطحی معلومات اور عربی کی معمولی شدبد رکھنے والے کا کام نہیں۔ اور نہ عربی زبان کے علاوہ جرمنی، لاطینی یا انگریزی و ہندی زبان کے ماہرین و محققین کا کام ہے کہ وہ قرآن عزیز کے مفہوم و مراد اور اس کے مدلول و منطوق پر عربی کلام کو سمجھنے کی صلاحیت رکھے بغیر اور عربی ادب و بلاغت اور عرب کی لسانیات و محاضرات وغیرہ میں مہارت حاصل کئے بغیر اس پر کوئی کلام کریں اور اس سے استنباط مسائل و استخراج احکام کی جراءت کریں اور محض ترجموں یا دوسری کتابوں کی مدد سے اگرچہ وہ کتابیں کیسی ہی کاوش و تحقیق سے لکھی گئی ہوں قرآنی آیات کی تشریح و توضیح اور مراد الٰہی کی تفسیر بیان کرنے لگیں۔

قرآن پاک پر عمل و فکر کی دو راہیں | چونکہ فہم قرآنی کی دو صورتیں ہوتیں۔

ایک سطحی و معمولی جو سرسری طریق پر ہوتی ہے اور قرآنی احکام و تعلیمات پر عامل بننے اور عمل پیرا ہونے کے لئے اس قدر مقدار کا جاننا ضروری ہے۔ فانما یسرناہ بلسانك لعلهم یتذکرون (الدخان ۴۴)

دوسری واقعی اور تحقیقی جو نظر غائر اور مہارت و کمال کی طالب ہے اور استنباطِ مسائل و حقائق کے لئے ضروری ہے اور جس کا آیت لعلمه الذین یستنبطونه منهم" میں ذکر ہے،

اس لئے اس حقیقی اور تحقیقی فہم قرآن اور تدبر فی القرآن کے لئے یہ صورت ناگزیر ہے کہ قرآن کو قرآن کی زبان میں سمجھنے کی صحیح استعداد و قابلیت، عربی کا کامل مذاق، اور عربیت میں پوری مہارت و ذوق پیدا کریں۔ اس کے تمام مبادی و ضروریات و اسباب اور متعلقہ علوم کو پورے طور پر سیکھیں۔

قرآن پاک میں صحیح تدبر کا آسان معیار | اور اس کے بعد ذرا ایک یہ تجربہ کر دیکھیں کہ آیا ہم قرآن پاک کے علاوہ عربی کے کسی نثر یا نظمیہ کلام کو لے کر اس کو اسی عربی اسلوب بیان اور عربیت کے مخصوص انداز تقریر

وتحریر پڑھ لکھ پڑھ سکنے اور بولنے سمجھنے پر بھی قادر ہیں یا نہیں۔

اگر ایسی قدرت ومہارت حاصل نہیں ہوئی تو اپنے آپ کو معذور سمجھیں اور قرآن عظیم کو اپنی مشق بحث ونظر کے لئے بازیچہ اطفال اور ہدف مذاق نہ بنائیں۔ اور اس میں وہ مجتہدانہ غور وخوض اور محققانہ بحث ومذاکرہ ترک کر دیں جو کسی زبان کے باکمال اور ماہرین کے لئے موزوں اور لائق حال ہوتا ہے۔ اور "اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا" (النساء ۵) کے حکم کے مطابق قرآن کی امانت کو اس کے اہل سے طلب کریں اور فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون" کے ارشاد کے بموجب"

سلف صالحین اور سابقین اولین کا نمونہ فکر وعمل | اس سلسلہ میں ان ماہرین اور علمائے راسخین کی تحقیقات ومعلومات اور ان کے افادات واستنباطات کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں جنہوں نے اس کتاب مبین کے نور حقیقت کو اپنی چشم بصیرت کا کحل الجواہر بنانے کے لئے عقل سلیم، علم صحیح، عمل صالح اور فراست ایمانی لیے ہوئے دنوں کو راتوں سے ملا دیا اور فہم وتدبر قرآنی کے صعب سے صعب منازل طے کر کے ہمارے لئے اس کے دقائق وحقائق، عجائب وغرائب، لطائف ونکات، اسرار وحکم، رموز ومعارف، اور معانی ومفاہیم کی دشوار گذار راہیں مفتوح کر دیں۔ اور پھر ہمیں اس کا منزل آشنا اور اس کی طرف جادہ پیما ہونے کی دعوت دی اور باوجود شبانہ روز کی اپنی ان لطیف کاوشوں اور پرمغز دقیقہ سنجیوں کے ہمیشہ اعتراف کرتے رہے کہ۔

عقل جزئی کے تواند گشت بر قرآن محیط عنکبوتے کے تواند کرد سیمرغے شکار

ان ماہرین قرآن اور واقفین علوم قرآن انسانوں میں جو درحقیقت قرآن ہی کے الفاظ میں آیات قرآنی کے اولین مصادیق اور راسخین فی العلم میں سب سے پہلے وہ اہل بصیرت ونظر اور ارباب عمل وتقوے افراد ہیں جن کو قرآن مقدس نے اپنے لفظوں میں مہاجرین وانصار کے معزز ومحترم لقب سے یاد کیا ہے۔

(باقی آئندہ)